

روامِ حدیث

مولانا عزیز بیدی، دارالبرین شیخوپورہ

تلمیحاً روزہ

اس بار سے آواز آتی ہے:

روٹی! روٹی! ہاتے روٹی!

جواب میں فرمایا! پر ہمیں یہ ضد ہے کہ آپ کھانا بھی چھو دین!

”مَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُضَعْفُ اَلْحَسَنَةُ بَعْشَرًا اِمْتًا اِلَهًا اِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضِعْفٍ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِلَّا الصَّوْمَ فَاَنْزَلَنِي وَاَنَا اِيْزِي بِمِ يَدِيْ عِ شَهْرَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ اَجْلِئِيْ“ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”ابن آدم کی ہر نیکی کا ثواب دس گن سے لے کر سات سو گن تک زیادہ کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”پھر روزہ کی بات اور ہے) کیونکہ روزہ (صرف) میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا کہ وہ صرف میری ہی خاطر اپنی خواہشات اور کھانا (پینا) چھوڑتا ہے“

کھانا یا پینا جانا ہے کہ جیا جاسکے، اگر کھانے پر مرنے لگیں تو یہ قلب موضوع کی بدترین مثال ہے کیونکہ دنیا نے قلب و نگاہ کے بجائے ساری اہمیت ڈیڑھ بالشت آنت کو دے ڈالی ہے۔ یعنی ابن آدم کو انسان کے بجائے صرف ”جوان اور جانور“ بنا ڈالا ہے۔ اس لئے ان کا امر ارہے کہ بات قلب و نگاہ کی نہیں روٹی کی کیجئے، چنانچہ وہاں شور بزمِ پا ہے کہ کان میں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی:

روٹی! روٹی! ہاتے روٹی!

اسلام کا ارشاد ہے کہ :

ہمیں یہ ضد ہے کہ کھانا ہی چھوڑ دو ! ہاں کھاؤ تاکہ جیئو ! لیکن جب تو تاکہ کھانے پر مہر جاؤ ، یہ ایک گھٹیا مصرف ہے جو آپ نے زندگی کے لئے نشیمن کیا ہے ۔

جینے سے غرض ، خدا جوئی اور خدا پایا ہی ہے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھانے پینے کے دھندے میں انسان سارا تہ کھپ جائے ۔ اس میں کھپ جانے کے بعد انسان باقی کتنا رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے مالک کو بھی تلاش کرے ! یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے روٹی کا نعرہ بلند کیا ہے ، ان کے حلقوم سے خدا کے نام کی صدا کبھی بلند نہیں ہوتی ۔ کیونکہ اب انسان باقی بچا ہی نہیں جو خدا کو بھی تلاش کرے ۔ چنانچہ آپ نے یہ بات بھی سنی ہوگی کہ ان جانوروں نے خدا کا بھی جنازہ نکال دیا تھا ۔ کیونکہ خدا کو باقی رکھنے کے بعد وہ وقت کہاں سے آئے جو خدا کے حضور پیش ہونے کے لئے ضروری ہوتا ہے ۔ اس لئے انہوں نے ، ” رہے یا نس نہ نیجے بانسری “ کے اصول پر عمل کیا ہے کہ خدا رہے نہ اس کی فکر دامن گیر ہو !

اسلام روٹی کا مخالف نہیں ہے بشرطیکہ روٹی کو روٹی کے درجہ میں رکھا جائے ، اگر روٹی کو خدا بنا لیا جائے تو پھر وہ ان کی اس بھدی دریافت پر کیسے صاد کرے ؟

بہر حال اسلام کا یہ اصرار ہے کہ :

روٹی تمہارا خدا نہیں ہے ، تمہارا خدا وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے ، اگر آپ نے روٹی کو بھی خدا کے کہنے کے مطابق چھوڑ دیا تو یقین کیجئے ، وہ بھی تمہیں مایوس نہیں کرے گا ۔ اس کی جزا وہ خود دیکھا ، اپنے بیت مال ہاتھ سے دیکھا اور اس قدر دیکھا کہ بیساختہ آپ بول اٹھیں گے : بس ، بس ، الہی بس ! بے شمار اور ان گنت سلسلہ شروع ہوگا کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ یہ آتش بردوش زندگی یوں گلزار بن جائے گی کہ آپ کے سان گمان میں بھتی بات نہیں ہوگی ۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ : ” اتنا اجزی ہم “ کا مفہوم یہ ہے کہ میں خود ہی اس کی جزا ہوں ، یعنی میں آپ ہی اسے مل جاؤنگا ۔ ظاہر ہے کہ انسان کا سب سے بڑا المیہ کھانا پینا ہے ۔ جب اسے ذاتِ حق کی رضا اور خدا جوئی کے جذبہ سے چھوڑ دیا ، تو پھر اسے خدا سے درے اور کوئی چیز کیا درکار ہو سکتی ہے ؟ اس لئے فرمایا کہ جس کی اسے تلاش تھی ، اب اسے وہی دیدی جائے گی یعنی خود خدا ۔ اور جسے خود خدا مل جائے اسے اور کیا چاہیئے ؟

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھنے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد !

۲۔ رَوَى النَّسَائِيُّ بْنُ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

إِنَّ هَذِهِ الشَّهْرُ قَدْ حَصَرَ كُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ حُرْمَتِهَا
فَقَدْ حُرِّمَ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَلَا يُخْرَمُ خَيْرٌ مِمَّا إِلَّا عَلَى مَحْرُومٍ (سداہ بن ماجہ)
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا :

یہ مبارک مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے اس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو ہزار ماہ سے بہتر
ہے۔ جو اس سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر سے صرف وہی محروم رہتا
ہے جو دازلی ابے نصیب ہوتا ہے۔

وہ مبارک رات (شب قدر) انہی روزوں کے مدتے میں ہاتھ آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا
کہ جو ماہ رمضان کے روزوں سے بے تعلق رہتے ہیں، اس رات میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا بلکہ وہ
ان تمام بھلائیوں سے بھی محروم ہو جاتے ہیں جو انسان کو جو
یا ایک بھلے آدمی کی حیثیت سے جینے کی توفیق ملتی ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ جو کمیونسٹ ہوتے ہیں، وہ ابدی اقدار تو بڑی چیز ہے، یہ عام انسانی اخلاق سے
بھی عموماً محروم ہو جاتے ہیں۔ بلا کے منہ بچپٹ، انتہائی حاسد، حدودِ رجب کے طور پر فرض ہوتے ہیں۔ روٹی
کے ایک ایک لقمہ کیلئے ملک و قوم کی عافیتوں کو آگ لگاتے ہوئے بھی نہیں شرماتے، جوڑ توڑ اور
توڑ پھوڑ ان کی سیاسی حکمت عملی کا بنیادی پتھر ہے، عوام میں کشیدگی قائم رکھنا ان کی شاطرانہ چالوں
کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ گواپنا گھر کتنا بھرا ہو، بہر حال وہ بھوکوں کی طرح خلیقِ خدا کو لپچائی ہوئی نگاہ
سے دیکھتے رہیں گے۔ بلا کے بھوکے، اُف!

اسلام میں ان کوڑھیوں کی دوا ایک روزہ بھی ہے۔ اگر یہ لوگ روزوں کی ان تعلیمات اور
برکات کا احساس کر لیں تو امید ہے وہ ان کو اپنا گرنی سبیل الخیر، (روٹی) کے سلسلے کے فساد، کرب و
ازیت کے اندرونی انگاروں سے ضرور چھٹکارا پالیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

”هَلْ مِنْ مَمْدَكِرٍ؟“

۳۔ عن ابی ہریرہ قال سمنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم . . . فقام
بناحتی ذہب ثلث اللیب . . . فلستأ کانت الغامسة حتی ذہب شہراً لیل

..... قَلَمًا كَانَتْ السَّائِلَةُ جَمَعَ آهَكَ وَاِنْسَاءَكَ وَاِنْسَاءَ مَا بَيْنَا حَتَّى تَهْنِئَنَا
اَنْ يَفْعُوْنَا الْفَلَاحُ " (سداۓ ابوداؤد)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ روزے رکھے (جب تیسویں رات ہوئی) تو آپ نے تہائی رات تک نماز (تراویح) پڑھائی۔۔۔ پھر جب (پچیسویں) رات ہوئی تو آدھی رات تک نماز پڑھائی۔۔۔ جب ستائیسویں رات ہوئی تو آپ نے اپنے اہل و عیال اور لوگوں کو جمع کر کے ہمیں نماز پڑھائی، یہاں تک کہ ہمیں سحری کھانے کے فوت ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔

شروع میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز تراویح نہیں پڑھائی کہ کہیں یہ بھی امت پر فرض نہ ہو جائے، جب آخری عشرہ آیا تو آپ نے ایک دن تہائی رات تک، پھر ایک دن آدھی رات تک اور پھر سحری تک نماز تراویح پڑھائی۔ الغرض جوں جوں دن بڑھتے گئے، قیام لمبا کرتے اور رات گئے تک اسے بڑھاتے گئے۔

بیس اور آٹھ رکعت تراویح پر سرچھٹل کرنے والوں کو کبھی اس سنت کے احیاء کا بھی خیال آیا، گو عہدِ صحابہ میں کم و بیش پڑھی جاتی رہی ہیں، تاہم مرفوع اور صحیح حدیث سے آٹھ ہی رکعت ثابت ہیں۔ تاہم اگر کوئی شخص بعض وجوہ کی بنا پر اس سے کم و بیش پڑھتا ہے تو ہم اسے گردن زدنی نہیں کہتے۔ ہاں جو بات اس میں "روزہ اور حان" کی حیثیت رکھتی ہے وہ نماز تراویح کی کیفیات ہیں روز بروز اضافہ اور اسی نسبت سے قیام لمبا اور وقت طویل کی بات ہے جس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا کبھی اس سنت پر عمل کرنے کیلئے بھی دل میں کوئی تحریک پیدا ہوئی؟ — یہ یاد رہے کہ جو لوگ اسے سنتِ عمر بتاتے ہیں، انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے آخری حصہ میں نماز تراویح کے ادا کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے (قیام اللیل للرموزی) غالباً اس لئے کہ یہ تراویح تہجد کے قائم مقام پڑھی جاتی ہیں۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ تہجد کا وقت رات کا آخری حصہ ہے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ شروع کی نسبت رات کے پچھلے حصے نماز تراویح کیلئے زیادہ زرخیز ثابت ہو سکتے ہیں، مگر آپ ہیں عشاء اور تراویح ملا کر رات کے شروع میں ایک گھنٹہ کے اندر اندر فارغ ہو جاتے ہیں۔ — ہاں اگر توڑا ایک رکعت ہے یا دو، تراویح آٹھ ہیں یا بیس، فطرانہ کا صانع چار سیر بنتا ہے یا ۲ سیر ۱۲ چھٹانک، پر تباد لہ خیال شروع ہو تو سحری تک اس جہاد کا سلسلہ دراز ہو سکتا ہے۔ — غدارا ہوش کرو، عقل کے ناخن لو۔ !

ہم یہ نہیں کہتے کہ مندرجہ بالا مسائل پر علمی حیثیت سے اپنی رائے کا اظہار ہی نہ کیا جائے، بلکہ گزارش یہ ہے کہ ان کو شغل بنا کر ماہ رمضان کی برکات کو ضائع نہ کیا جائے۔ اگر واقعی آپ کو سنت کی حیثیت سے ان سے دلچسپی ہے تو مبارک بات ہے۔ لیکن ماہ رمضان میں سنت تنہا ہی دو تین مسئلے نہیں ہیں، اور بھی ہیں اور وہ ان سے زیادہ نتیجہ خیز بھی ہیں، ان کے احیاء کے لئے کوشش کیجئے! ساری عمر رات کے شروع میں تراویح پڑھتے گزر گئی ہے۔ اب آدمی رات اور پھر سحر ہی تک بھی ان کو لے جائیں۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ عظیم سنت ہے اور یہی فاروقی اسوہ بھی ہے۔ بہر حال ہم اس امر کے سخت خلاف ہیں کہ روزے آئیں تو تراویح کی گنتی کے سوا روزوں کی دوسری عظیم سنت کا خیال بھی نہ آئے اور جس خانہ خلاب میں ذکر الشکر کی ریل پیل ہونی چاہیے اسی کو ذنگل بنا کر اب میخانہ بنا ڈالا جائے جہاں ہر محلے آدمی کی پگڑھی اچھلتی ہے۔ یقین کیجئے، اس اتناڑے ماہ رمضان منانے سے ہمیں رمضان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۵ عَنْ الرَّبِيعِ فَكُنَّا بَعْدَ ذَٰلِكَ نَصُومُهُ وَنُصِيْمُنَا الصِّيَامَ

مِنْهُمْ وَنَدَّ قَلْبِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَتَجَعَلْتُ لَهُمُ اللَّعْبَنَةَ مِنَ الْعَيْشِ نَادًا يَكَلُّ

أَعْدَهُمْ عَلَى طَعَامٍ أَعْطَيْنَاهَا أَيَّامًا عِنْدَ الْإِقْطَارِ (بخاری مسلم)

اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے بعد ہم یوم عاشورا کے روزے خود بھی رکھتے اور اپنے ننھے منے بچوں کو بھی رکھوانے اور ان کو ہم (اپنے ہمراہ) مسجد میں لے جاتے اور ہم ان کیلئے رنگین اون کے کھلونے بنا لیتے۔ چنانچہ جب وہ کھانے کیلئے نکلتے تو ہم یہ کھلونے ان کو دیکر بہلاتے یہاں تک کہ افطاری کا ٹائم ہو جاتا۔

در رمضان میں ایک بدست کو حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا: تیرا ناس ہو! ہمارے تو بچے بھی رولے سے ہیں، پھر اسی کو سزا دی:

قال عمر لئن شرت في رمضان؛ ويهلك وصيائنا صيام فضوب؛ (بخاری)

حافظ ابن حجرؒ نے سعید بن منصور سے اس قصے کی تفصیل لکھی ہے کہ ایک شرابی نے رمضان میں شراب پی لی۔ جب حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا: تیرا منہ کالا، تیرا ناس ہو، ہمارے تو بچے بھی روزے سے ہیں۔ پھر اس کو اسی کوڑے مار کر دیس بدل کر دیا۔

ان عمر بن الخطاب اتقى برجل شرب الخمر في رمضان . . . فقال عمر

علي وجهك ويهلك وصيائنا صيام ثم امر به فضوب ثمانين سوطا ثم سبوه

الحی الشام: (فتح المباری)

رمضان سے پہلے عاشورار کے روزے فرض تھے۔ اس کی بھی اس وقت اتنی پابندی کی جاتی تھی جس طرح ماہ رمضان کی، چنانچہ آپ نے دودھ پلانے والیوں سے کہہ دیا تھا کہ مغرب تک بچوں کو دودھ نہ پلایا کریں:

«ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يأمر - - - - -»

..... ان لا يرضعن الى الليل اخرجہ ابن خزیمہ و توفیق

فی صحیحہ و اسنادہ لا باس بہ۔ (فتح المباری)

ماہ رمضان میں چھوٹے چھوٹے مسکوں پر دنگل رچانے والوں نے کیا کبھی یہ سنت بھی ادا کی؟ دراصل جن بچوں کی وجہ سے ماہ رمضان کے روزوں میں جان پڑتی ہے، اس طرف تو ہمارا دھیان نہیں ہے، اور جن کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے، ان میں بدنزگی کو طول دے کر روزوں کی برکتوں کو گنواٹنے رہتے ہیں۔ اللہ ہوش دے!

۶ - عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم: «مَنْ تَمَّ يَوْمًا مِنْ قَوْلِ

الرُّؤُوفِ وَالْعَسَلِ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّيْنَعَ عَطَا مَدَّ وَ شَرَّ اَبَدًا»۔ (بخاری)

ترجمہ: جو غلط کلمہ اور غلط کام نہیں چھوڑتا، اللہ کو اس کے کھانا اور پینا چھوڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں!

کیا آپ نے اس اعتبار سے بھی اپنا اور خلق خدا کا جائزہ لیا اور اس ضیاع سے باز رہنے کے لئے جتن کئے؟ اگر نہیں کئے تو غور کیجئے، آپ آٹھ اور بیس کے چکروں میں دو جھگڑاتے اچھے لگتے ہیں، گو یا کہ آپ خاتمہ خدا کے دشمن ہیں، سنت کے عاشق نہیں ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہوتا کہ آپ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان مبارک سنتوں سے غافل رہتے جو آٹھ اور بیس سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔ بلکہ جو لوگ روزہ رکھ کر قول و عمل میں غیر محتاط نظر آتے ہیں، آپ لوگ ان کو اس قدر اجنبی نگاہ سے نہیں دیکھتے جتنے بیس رکعت والے آٹھ رکعت والوں کو اور آٹھ رکعت والے بیس رکعت والوں کو دیکھتے ہیں، آٹھ یا بیس جتنی سمجھ میں آئی ہیں، وہ پڑھنا تو ہے۔ اور جو سرے سے روزہ رکھتے ہی نہیں، یا رکھتے تو ہیں مگر ان کو گنوا دیتے ہیں، ان کو تو آپ کچھ کہتے نہیں اور جو تھوڑا بہت کرتے ہیں، آپ لٹھ لے کر ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی نراوتح پڑھنا چھوڑ دیں؟

بہر حال جنفی رکعتوں پر آپ مطمئن ہیں اتنی ہی پڑھیں، علمی حد تک تبادلہ خیال کو جی چاہے تو وہ بھی

بیشک کر لیں۔ مگر ایک دوسرے کے خلاف ”پاک بھارت جنگ“ کا شمال پیدا نہ کریں۔ اور پھر اس طرح پڑھیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پڑھی ہیں اور ماہ رمضان میں اس ماہ اور روزوں سے منعلقہ جتنی سنتیں ہیں، ممکن حد تک ان سب کے احیاء کی کوشش کریں۔ اس عمل اور جذبہ کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو بے حساب اجر و ثواب ملے گا۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو!

۴۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يُدْرِمُ عَيْنَيْ خَالَتِ النَّطْرَيْنِ؛

(سداۃ البخاری)

”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب عید کا دن آتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ بدل لیتے۔“

سچا روزہ انسان کی پوری زندگی میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اس سے اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے، زندگی کی خامیاں چھٹ جاتی ہیں، اس میں استحکام پیدا ہو جاتا ہے، بری قدریں غائب ہو جاتی ہیں، صالح اقدار ڈیرے ڈال لیتی ہیں، رب سے بچھڑے ہوئے پھر سے اپنے رب سے جڑ جاتے ہیں، لغزشی روزہ کی وجہ سے وہ انسان مطلوب اور بندہ مومن پھر آمو جو دہوتا ہے جس کے دم قدم سے حق کا بول بالا ہو جاتا ہے اور وہ ”افی جامع فی الارض خلیفۃ“ کا حسین اور مبارک منظر قرار پا جاتا ہے۔ بس یہ راستہ کا اختلاف اور انقلاب اس عزم کا اعلان ہوتا ہے کہ:

الہی ہم باز آئے، باز آئے، پہلی نادانیاں چھوڑ کر اب پھر تازہ دم ہو کر تیرے حضور حاضر ہو گئے، میں وہ زندگی کی پوری لائن تبدیل کر کے آئے ہیں اور اب ہمیں روٹی کا کتا بن کر نہیں رہنا بلکہ تیرے نام کا ڈنکا بجا کر دم لیں گے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر لایلہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد!

روزہ دارو!

آج آپ بھی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا آپ کے روزے بھی یہی رنگ لائے؟ کیا واقعی آپ کی زندگی میں انقلاب صالح برپا ہو گیا؟ کیا آپ حق کا بول بالا کرنے کے قابل ہو گئے؟ اگر جواب ہاں ہے تو عید مبارک ہو۔ اگر جواب نہیں میں ہے تو لوگ عید منائیں اور آپ کسی گوشہ میں بیٹھ کر اور جی بھر کر اپنی ناکامیوں پر روئیں اور خدا سے معافی مانگیں، شاید اللہ کریم کر دے!